Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE PURPOSES AND INTERPRETATIVE ASPECTS OF SELECTED QURANIC STORIES
(The Story of Hazrat Adam, The Story of Hazrat Yusuf (PBUH) The Story of the People of the Cave)

منتخب قرآنی قصص کے مقاصد اور تفسیری جہات

(قصہ حضرتِ آدم علیہ اسلام، قصہ حضرتِ یوسف علیہ السلام، قصہ اصحاب کہف)

Hafiz Mohammad Zubair
MS Scholar Department of Islamic Studies University of Sialkot,
allamahafizmohammadzubair@gmail.com
Ihtasham Ali
MS Scholar Department of Islamic Studies University of Sialkot,
Aliihtashadm786@gmail.com
Fahmida Kousar
MS Scholar Department of Islamic Studies University of Sialkot,
fahmidakausar41@gmail.com

ABSTRACT
The Qur'anic stories hold a profound significance as they not only provide moral and spiritual guidance but also serve as timeless lessons for humanity. This study explores the ***objectives*** *and* ***Tafsir aspects*** *of three selected Qur'anic narratives: the story of Hazrat Adam (peace be upon him), the story of Hazrat Yusuf (peace be upon him), and the story of the Companions of the Cave. The story of Hazrat Adam (peace be upon him) highlights the origins of humanity, the enmity of Satan, and the centrality of repentance in human life. It underscores Allah's mercy, human fallibility, and the divine purpose of humanity's role as stewards on Earth. The story of Hazrat Yusuf (peace be upon him) exemplifies patience, wisdom, and forgiveness, portraying a journey from hardship to triumph. It offers a profound message of hope, resilience, and divine justice, particularly inspiring for the youth. The story of the Companions of the Cave reflects unwavering faith, reliance on Allah, and the rejection of worldly distractions. It serves as a powerful reminder of the Day of Judgment and Allah's omnipotence. From a Tafsir perspective, these narratives reveal the Qur'an's eloquence, depth, and rhetorical brilliance. The choice of words, structure, and metaphors within these stories invites reflection and contemplation. They address universal human experiences, emphasizing moral principles, the importance of faith, and the ultimate accountability to Allah. This research aims to illuminate the spiritual, ethical, and intellectual dimensions of these Qur'anic stories while highlighting their enduring relevance in contemporary contexts.*

Keywords: *Significance, Spiritual Guidance, Humanity, Judgment, Intellectual Dimensions, Contemporary Contexts.*

تعارف

کہانیاں اور قصے لکھنا، ادب کے گراں قدر فنون میں سے ایک اہم فن ہے۔کلام میں اپنی بات آگے سمجھانے کے لیے قصہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اس کے ذریعے سے اپنی بات مخاطب کے ذہن میں اتارنا بہت زیادہ آسان اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ قصہ گوئی ایک معروف انداز ہے اور اس کے لیے بہت سی چیزوں کو مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے مثلا فصاحت وبلاغت، جملے کی درستی، الفاظ کا چناؤ وغیرہ تاکہ اپنی بات کو مختصر مگر پر مغز اور جامع بنایا جائے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں انسانیت کی رہنمائی کے لیے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اقوام کے قصے بیان فرمائے ہیں۔ قرآنِ مجید میں قصص (کہانیاں) کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے جو صرف روایتی کہانیوں کی شکل میں نہیں بلکہ اخلاقی، روحانی اور عقیدے کی تعلیمات کے ساتھ پیش کیئے گئے ہیں۔یہ قصے انسان کو ہدایت اور عبرت فراہم کرتے ہیں اور اللہ کے دین کی حکمتوں کو بیان کرتے ہیں۔ قصے مختلف لوگوں کے ہوتے ہیں کہ جن میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بد بھی، اور اچھے لوگوں کے قصے انسان کو نیکی کی طرف اور بدکار لوگوں کے قصے برائی کی طرف بھی مائل کر دیتے ہیں مگر ہدایت حاصل کرنے والے ان سے بھی ہدایت کی راہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

قصے اور کہانیاں اقوام کی معرفت اور عبرت کے لیے ذکر کیے جاتے ہیں لیکن ان میں بہت زیادہ حد تک افتراء اور کذب بیانی بھی پائی جاتی ہے اور بہت کم قصے ایسے ہوتے ہیں کہ جو حقیقت اور سچائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ان دونوں طرح کی کہانیوں کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔جن میں ایک لفظ "قصص" اور دوسرا "اساطیر"[i] ہے اور جس طرح یہ الفاظ بذاتِ خود مختلف ہیں اسی طرح ان کے معانی و مفاہیم بھی مختلف ہیں اور اسی طرح ان دونوں الفاظ کے استعمال کرنے والوں کی حیثیت اور اہمیت بھی مختلف ہے۔اساطیر کی اصطلاح کو زمانہ جاہلیت میں استعمال کیا جاتا تھا، اس کی واحد اسطورہ آتی ہے جس کا معنی ہے افسانی یا گھڑی ہوئی بات۔اسی وجہ سے قرآنی نظریات سے مخالفت رکھنے والے لوگوں نے قرآنِ پاک میں ذکر کیے جانے والے مختلف قصص (جو کہ حقیقت پر مبنی تھے اور جن کے بیان کا مقصد صرف اور صرف عبرت ہے) کو "اساطیر" (گھڑی ہوئی باتوں) سے تعبیر کرتے تھے۔لفظ "قصص" کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے اور اساطر کا استعمال منکرینِ اسلام اور کفار کی جماعت کی طرف سے ہوا ہے۔

قرآنی قصص کی متعدد اقسام ہیں۔پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام، ملائکہ اور ابلیس کا واقعہ ہے۔ پھر ان چھ قوموں کے قصص ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا ہے مثلا قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ شعیب اور قومِ موسیٰ و فرعون وغیرہ۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے ہیں مثلا حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے قصص ہیں۔ پھر غیر انبیاء جیسے طالوت، مریم، ذوالقرنین، اصحابِ کہف، اصحابِ سبت اور سیل عرم وغیرہ کے قصے ہیں۔ پھر اشاراتی انداز میں بیان کیے جانے والے قصص ہیں کہ جن کے نام مذکور نہیں ہیں مثلا خضر، عذیر، سموئیل، ہابیل اور قابیل وغیرہ کے قصے شامل ہیں۔

قرآنی قصص کی تعریف

قرآنی قصص سے مراد وہ کہانیاں اور واقعات ہیں جو قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں۔یہ کہانیاں صرف تفریح یا دلچسپی کے لیے نہیں ہیں بلکہ ان کا مقصد انسانیت کے لیے نصیحت، اخلاقی رہنمائی اور سبق فراہم کرنا ہے۔لفظ "قصص" عربی زبان کے اس لفظ سے نکلا ہے جس کا مطلب

ہے "بیان کرنا" یا "پیروی کرنا"۔ قصص کے اس معنی کو پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے امام قرطبی کے حوالے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے اور قصص کا یہ مطلب لینے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ قصہ گو واقعہ کو ایک ترتیب سے بیان کرتا ہے اور اس کی تمام ترجزئیات کو بالترتیب ذکر کرتا ہے اس لیے اسے قصہ کہا گیا ہے اور اس کے بیان کرنے والے کو "قاصّ (تتبع کرنے والا) کہتے ہیں۔[ii] قرآن مجید میں بیان کردہ قصص مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں، جیسے قرآن پاک میں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ سمیت دیگر انبیاء کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے تاکہ ایمان، صبر اور استقامت کا درس دیا جا سکے، کہیں ان کہانیوں کے ذریعے دیانت داری، انصاف، شکر گزاری اور عاجزی جیسی صفات کو اجاگر کیا گیا ہے جبکہ غرور، ظلم اور کفر کی مذمت کی گئی ہے۔ کہیں قرآن میں پچھلی امتوں کے واقعات، جیسے قوم عاد، قوم ثمود اور فرعون کے حالات بیان کیے گئے ہیں تاکہ ان کے اعمال کے نتائج سے سبق حاصل کیا جا سکے اور پھر کہیں یہ قصص ایمان کو مضبوط کرنے، انسانوں کو اللہ کی حکمت و رحمت پر غور کرنے اور ان کی رہنمائی کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔

قرآنی قصص کے مقاصد:

قرآنِ پاک اس خدائے بزرگ و برتر کا کلام ہے کہ جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی، اس کے کسی کام میں یا کسی بھی میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ اسی طرح قرآنِ پاک میں ان واقعات کو ذکر کرنے کے مقاصد خود اللہ تعالیٰ نے آیاتِ بینات میں ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَـٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ"[iii]

ترجمہ: بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کُھلتی ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت۔

اسی طرح سورہ اعراف میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"[iv]

ترجمہ: تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں۔

ان آیاتِ مبارکہ میں واضح طور پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآنی قصص کو بیان کرنا محض اختراع اور فضول گوئی نہیں ہے بلکہ ان کو بیان کرنے کا مقصد عقلمندوں کو اپنے ذکر و فکر کی طرف بلانا اور صرف اور صرف خشیتِ الٰہی اور تقویٰ و پرہیز گاری ہے کہ جس کی بنیاد پر انسان اپنی عاقبت کو بہتر بنا سکے اور جہنم کی آگ سے بچ سکے۔ مختصراً، قرآنی قصص انسان کی روحانی، اخلاقی اور فکری نشو و نما کے لیے نہایت اہمیت رکھتے ہیں اور یہ ہمیں اللہ کے احکام پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

قرآنی قصص کی اہمیت اور ان سے نصیحت حاصل کرنے کے متعلق کئی احادیث مبارکہ موجود ہیں جو اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قرآن مجید میں بیان کردہ کہانیوں اور واقعات سے عبرت حاصل کی جائے۔ قرآنِ کریم بنی نوع انسان کی ہدایت و ترقی کا کامل ترین ذریعہ ہے، اسے سیکھنا، سمجھنا اور اس کے بارے معلومات حاصل کرنا دنیا و آخرت میں نجات اور بارگاہِ ایزدی میں مقبولیت کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ اسے سیکھنے اور سمجھنے والے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"[v]

ترجمہ: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قرآن کا سیکھنا اور اس میں موجود قصص اور تعلیمات کو سمجھنا مومن کی زندگی کے لیے نہایت اہم ہے اور ان سے عبرت حاصل کرنا عذابِ خداوندی سے نجات کے حصول کے ساتھ ساتھ دنیا میں عزت و کامرانی کا بہت بڑا سبب ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کا بہت بڑا سبب ہیں۔ کیونکہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ کسی بھی چیز کو تسلیم کرنے کے لیے اسے کسی ثبوت یا کچھ شواہد کی ضرورت ہوتی ہے اور قصہ یا کہانی اس میں اپنا بہت زیادہ کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی اعتبار سے جناب رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ"[vi]

ترجمہ: بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرو اور کوئی حرج نہیں۔

یہ حدیث انبیاء کے قصے بیان کرنے کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے تاکہ لوگ ان سے نصیحت اور رہنمائی حاصل کریں۔ اسی طرح قرآنی تعلیمات کے بارے اور اس کے ساتھ مضبوطی سے اپنے تعلق کو جوڑنے کے لیے حدیثِ پاک میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ هذا الْقُرْآنَ سَبَبٌ، طَرَفُهُ بِيَدِ اللهِ، وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ، فَتَمَسَّكُوا بِهِ، فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا بَعْدَهُ أَبَدًا"[vii]

ترجمہ: یہ قرآن ایک مضبوط رسی ہے، اس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو، تم کبھی گمراہ اور ہلاک نہ ہوگے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی ہدایات، بشمول قصص، گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔

قرآنی قصص اور واقعات کے بیان کے کئی مقاصد ہیں جن کو احاطہ قرطاس میں لانا مضمون کے طویل ہونے کا سبب ہے۔ یہ قصص و واقعات مختلف جہات اور مختلف انداز میں انسان کی رہنمائی کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

"تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَاۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ"[viii]

ترجمہ: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے اللہ یونہی چھاپ (مُہر) لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر۔

لیکن ان مقاصد میں سے چند ایک مقاصد اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں تاکہ قارئین:

ہدایت اور نصیحت

قرآنی قصص کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ انسان سمجھ سکے کہ اسے کس چیز کو اختیار کرنا ہے اور کس چیز سے خود کو محفوظ رکھنا ہے۔ قرآنِ پاک میں واضح بیانات موجود ہیں کہ جو انسان کو بتا رہے ہیں کہ اسے کونسی راہ اختیار کرنی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس پر رہنمائی کے لیے بہترین ذریعہ ہیں۔ قرآنِ پاک جابجا ان باتوں کا اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ"[ix]

تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کر دیا اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ واقعہ موسیٰ و فرعون کا مقصد صرف اور صرف نصیحت دلوانا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی اور اس کے نبیوں کو ٹھکرانے اور تکذیب کرنے کا انجام نہایت برا اور ذلیل و رسوا کرنے والا ہے اس لیے قرآنی آیات سے نصیحت حاصل کرنا انسان کے لیے نہ صرف مفید ثابت ہو سکتا ہے بلکہ دنیا و آخرت میں عالی مرتبت ہونے کا بہت بڑا سبب بھی ہے۔ دوسری جگہ پر جہاں قرآں سے ہدایت حاصل کرنے کا حکم ہے وہاں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ"[x]

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

پس ثابت ہوا کہ قرآنِ پاک کا نزول اور اس کے اندر بیان کیے جانے والے قصص اور آیات انسان کی ہدایت و رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی آیات اور واقعات کو محض لطف اندوز ہونے اور ہنسی مذاق کے لیے نہیں بلکہ عبرات اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے ہے۔

دوسرے نمبر پر قرآنی قصائص کے عظیم مقاصد میں سے ایک اہم مقصد انسانوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا اہتمام کرنا بھی ہے کیونکہ قصائص انسان کے دل پر بہت اثر کرتے ہیں کہ ان میں مختلف لوگوں کی اخبار اور ان کے اوپر اترنے والی رحمتوں اور ان پر برسنے والے عذاب کا ذکر پایا جاتا ہے جو کہ انسان کے دل کو نرم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

عبرت اور سبق

قرآنی قصائص و آیات کے مقاصد میں سے ایک مقصد سابقہ امتوں کے عروج وزوال کی داستانوں کا ذکر کرنا اور ماضی کی قوموں کے انجام سے موجودہ انسانیت کو سبق دینا ہے، کیونکہ طاقت اور قدرت صرف اللہ تعالی کے دستِ قدرت میں ہے وہ جب چاہے اور جیسے چاہے اس کائنات کے نظام کو تبدیل کر سکتا ہے اس لیے ان قصائص و واقعات کو جان کر یہ سبق حاصل کرنا ضروری ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا کہ جیسے چاہے یہ کرتا رہے اور شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہے منہ اٹھا کر اپنے نفس کی خوشی کی خاطر اللہ کے اس نظام کی دھجیاں اڑاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ"[xi]

ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

یعنی انسان کو دنیا میں بھیجنے کا ایک مقصد ہے جس پر انسان دنیا میں کام کرے گا تو آخرت میں انعامات کا مستحق ٹھہرے گا اس لیے ان واقعات سے سبق حاصل کر کے سیدھا راستہ اپنانے کی ضرورت ہے۔

قرآنی قصائص کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انبیاء کے ذریعے حق کا غلبہ اور باطل کی شکست کو واضح کرنا۔ بندوں کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس کرہِ ارضی پر اللہ تعالی کے نظام کے نمائندے ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا نظام قائم کیا اور ان کے مقابلے میں جتنے بھی لوگ آہنی دیوار بن کر کھڑے ہونے کی کوشش کرنے والے تھے ان کو نیست و نابود کر دیا گیا اور حق کو قائم کر دیا گیا اور باطل کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا کہ:

"وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"[xii]

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ان واقعات و قصائص کے بیان کا مقصد صرف حق کا قائم کرنا ہے جس کے لیے یہ واقعات بہت بڑا اسبب ہیں۔

قرآنی قصص کی مثالیں اور ان کے مقاصد:

قرآنی قصص اور ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

قصہ حضرتِ آدم علیہ السلام کا طائرانہ سا جائزہ:

حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ تاریخ انسان کا ابتدائی اور تخلیقی قصہ ہے۔ اس قصے میں انسان کے زوال سے لے کر عروج تک تمام تر احوال بڑے احسن انداز سے ذکر کیے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قصے کو قرآن مجید کی مختلف سورتوں کے اندر مختلف مقامات میں ذکر کیا گیا ہے اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی نے دنیا پر بطور خلیفہ مقرر فرمایا اور اس کی ابتدا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اس بات کا اظہار فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو کہ

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے اندر مبعوث فرمایا۔ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق مکمل ہوئی تو اللہ تعالی نے اپ کے مجسمہ کے اندر روح کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد تمام مخلوقات فرشتوں اور جنات کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو جس کے جواب میں تمام افراد نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تکبر کی وجہ سے اللہ رب العزت کی بارگاہ سے نکل گیا۔ پھر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ایک عرصہ تک جنت میں رہے، حکمت خداوندی کے تحت ایک ایسا عمل کہ جو آپ کو کرنے سے منع کیا گیا تھا وہ عمل آپ سے صادر ہوا جس کے جواب میں اللہ تعالی نے ان کو جنت سے زمین پر بھیج دیا، زمین پر آنے کے بعد اپ ایک طویل عرصہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجائیں اور دعائیں کرتے رہے اخر کار اللہ تعالی نے ان کو توبہ کا پروانہ عطا فرمایا اور تمام ذریت انسانی کے والد ہونے کا درجہ عطا کیا۔

قصہ اصحاب کہف کا طائرانہ سا جائزہ:

اصحابِ کہف کا واقعہ قرآن مجید کی سورۃ الکہف (آیات 9-26) میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ایمان، توحید اور اللہ کی قدرت پر یقین کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اس واقعے کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ مشرکینِ مکہ کو یہودیوں نے اس بات پر تیار کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے تین سوالات پوچھو، اگر انھوں نے بنا کسی سے پوچھے بتا دیئے تو یہ نبی ہیں اور اگر کسی سے پوچھ کر بتائیں تو ہم ان کو پکڑ لیں گے اور ان کے نبوت کے دعوے کو رد کر دیں گے، چنانچہ انھوں نے آپ سے تین سوالات پوچھے جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ اصحابِ کہف کا کیا قصہ ہے؟

2۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کی حقیقت کیا ہے؟

3۔ ذوالقرنین کا کیا واقعہ ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ان کے تمام سوالات کے جواب دے دیئے مگر وہ ایمان نہ لائے۔ مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

واقعے کا پس منظر:

یہ واقعہ شہر افسوس میں پیش آیا کہ یہاں بت پرستی عام تھی اور چاندی دیوی کی پوجا کی جاتی تھی۔ اصحابِ کہف چند نوجوان تھے جو ایک ظالم بادشاہ کے دور میں رہتے تھے۔ وہ بادشاہ بت پرستی کو فروغ دیتا تھا، جبکہ یہ نوجوان توحید کے ماننے والے تھے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے امتیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے اور ظلم سے پناہ لینے کے لیے اپنا شہر چھوڑ دیا اور ایک غار میں پناہ لی۔ غار میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس سے استقامت کے لیے مدد طلب کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس التجاء کو قرآنِ مجید میں یوں ذکر فرمایا ہے:

"إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا"[xiii]

ترجمہ: جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔

انھوں نے حق پر استقامت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں پر رحمت فرمائی اور انہیں غار میں ایک طویل نیند سلا دیا۔ وہ غار میں 309 سال تک سوتے رہے اور اس دوران اللہ نے ان کے جسموں کی حفاظت کی۔

"وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ"[xiv]

ترجمہ: اور تم انہیں جاگتا ہوا سمجھتے ہو، حالانکہ وہ سو رہے تھے۔

صدیوں سونے کے بعد اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ وہ اپنے وقت کے بارے میں لاعلم تھے اور سمجھے کہ وہ صرف ایک دن یا اس کا کچھ حصہ سوئے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے کے لیے شہر میں کسی کو بھیجا، تو لوگوں نے ان کا حال دیکھا اور انہیں پہچان لیا۔ یہ واقعہ اللہ کی قدرت اور قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے ثبوت کے طور پر ظاہر ہوا۔ اس میں توحید پر ثابت قدم رہنے، اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنے، اور اس کی قدرت پر یقین رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ نے ان نوجوانوں کو اس لیے عزت بخشی کیونکہ انہوں نے ایمان کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

قصہ حضرت یوسف علیہ السلام:

حضرتِ یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآنِ مجید میں مذکور قصص و واقعات میں ایک نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ اس واقعے میں ان گنت اسرار و رموز اور پند و نصائح کی باتیں موجود ہیں۔ اس کے شانِ نزول کے حوالے سے مختلف واقعات ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے دو وجوہات آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں:

سورہ یوسف کے نزول کے حوالے سے امام بیضاوی (متوفیٰ 685ھ) اپنی "تفسیر بیضاوی" میں اور امام فخر الدین رازی (متوفیٰ 606ھ) اپنی "تفسیر کبیر المعروف تفسیر رازی" میں یوں نقل کرتے ہیں کہ:

"رُوِيَ أَنَّ عُلَمَاءَ الْيَهُودِ قَالُوا لِكُبَرَاءِ الْمُشْرِكِينَ، سَلُوا مُحَمَّدًا لِمَ انْتَقَلَ آلُ يَعْقُوبَ مِنَ الشَّامِ إِلَى مِصْرَ، وَعَنْ كَيْفِيَّةِ قِصَّةِ يُوسُفَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ"[xv]

بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کفارِ مکہ نے یہودیوں سے یہ بات کی کہ ہم محمد ﷺ سے تنگ آچکے ہیں تو کسی طریقے سے ان سے کنارہ کشی کا طریقہ بتایا جائے جس پر اہلِ یہود نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ ان سے جا کر پوچھو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور حضرت یوسف کی واقعہ کیا ہے؟ تو اگر اللہ کے نبی ہوئے تو فوراً جواب دیں گے بصورتِ دیگر یہود کے علماء سے رہنمائی لے کر جواب دیں گے، اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف کو نازل فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یکبارگی میں ان کے سوال کا جواب دے دیا۔[xvi]

حضرت یوسف علیہ السلام جلیل القدر نبی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشی اعتبار سے ایک عظیم تاجر اور حاکم کا درجہ رکھنے والے بے مثل شخصیت ہیں۔ قرآنِ مجید میں ان کے اس رتبے اور مقام کا نفسیاتی اور انسانی پہلو ذکر کرتے ہوئے اس مرتبے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"[xvii]

ترجمہ: بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ (اَجر) ضائع نہیں کرتا۔

گویا کہ اس واقعے کی رو سے اگر انسان تقویٰ اختیار کرے اور صبر سے کام لے تو دنیا میں اپنا وہ مقام پا سکتا ہے جو کبھی اس نے کھویا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند مقام عطا فرماتا ہے۔ اب ذیل میں مختصر انداز میں واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بیان کرتے ہیں:۔

آپ شام کے ایک علاقے "کنعان" میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب کی کل اولاد 12 بیٹے تھے جن کا ذکر یہود (بنی اسرائیل) کے 12 قبائل کی شکل میں قرآن پاک میں ہے۔ حضرت یوسف ان سب میں سے گیارہویں نمبر پر ہیں۔ آپ پیدائشی طور پر اپنے والدِ محترم جنابِ یعقوب علیہ السلام کے سب سے زیادہ محبوب اور چہیتے بیٹے تھے، اور یہی بات اُن کے بڑے 10 بھائیوں میں سے چند ایک کے لیے نہایت ناقابلِ برداشت تھی جیسا کہ قرآنِ پاک میں ان کی اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا:

"إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ"[xviii]

ترجمہ: جب بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبّت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اس بنیاد پر بھائیوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ کسی طریقے جناب یوسف کو ابا جان سے دور کیا جائے جس پر مختلف آراء میں سے کسی نے کہا کہ قتل کر دیا جائے اور کسی نے کچھ، آخر کار انھوں نے مل کر جناب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرایا جس پر ایک تاجر کے ہاتھ لگنے پر ان کو بیچ دیا۔ اس طرح وہ ملک شام کے علاقے کنعان سے مصر کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں جہاں ان کو بازار میں مصر کے ایک صاحبِ منصب عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت ہو کر اس کے محل میں رہنے لگتے ہیں اور بطورِ غلام وہاں اپنی خدمات سر انجام دیتے ہیں۔ دریں حال عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) کا قلبی رجحان آپ کی طرف ہو جاتا ہے جس پر آپ پر برائی کی تہمت لگائی جاتی ہے جو کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اس بات کا الزام عائد کرتی ہے مگر اسباب کے بالکل نہ ہونے کے باوجود آپ کی معاونت اور پاکی کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک شیر خوار بچے کا انتظام کرتا ہے جو کہ اپنی زبان سے فصیح و بلیغ انداز میں آپ کی پاکی کو بیان کرتا ہے جس کے نتیجے میں آپ کی عزت عزیز مصر کی نگاہوں میں بڑھ جاتی ہے۔ لیکن عزیز مصر کی بیوی مصر میں بہت بدنام ہونے لگی جس پر اس نے تمام وزراء کی بیویوں کو بلایا اور ان کے سامنے جناب یوسف علیہ السلام کو ایک جھلک دکھایا جس پر آپ کے حسن اور شباب کو دیکھ کر انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بے ساختہ ان کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ قرآنِ مجید میں مذکور ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ"[xix]

ترجمہ: اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنس بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزّز فرشتہ۔

اس واقعہ کے ہو جانے کے بعد زلیخا کے ساتھ ساتھ بقیہ خواتین بھی آپ کی طرف متوجہ ہونے لگیں یہاں تک کہ انھوں نے آپ سے کہا کہ یا تو ہماری بات کو مان لیں یا پھر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی:

"رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ "[xx]

ترجمہ: یوسف نے عرض کی اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا۔

آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو زندان میں ڈال دیا گیا جہاں پر ایک طویل عرصہ جو کہ تقریباً 7 سال تک محیط ہے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ایک عظیم امر کے جواب میں آپ کو باعزت رہائی عطا کی جس کے بعد آپ مصر کے وزیر خزانہ منتخب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مصر کو برکتوں اور عنایتوں کا گہوارہ بنا دیا کہ تمام شہروں اور ملکوں سے لوگ آپ کے ملک میں غلہ لینے آتے اور اپنا گزارہ کرتے۔ آخر کار آپ کے والدین اور آپ کے تمام بھائی پورا کنبہ شام سے مصر کی طرف منتقل ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت پر سرفراز فرمایا۔

قصہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کے عظیم پہلو:

اس واقعہ میں مختلف جہات سے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے واضح احکام بیان فرمائے ہیں کہ جن سے رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر پر گزرنے والی مشکلات کو دور کرنے کا ذریعہ بھی موجود ہے اور کفارِ مکہ کے تمام سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں۔ نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی اور مزید بہتر انداز سے نبوت کی ذمہ داری کو نبھانے اور اسے پورا کرنے کا احسن طریقہ بتایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس واقعہ کی آیات کا انداز اور اسلوب ایسا ہے کہ ان کی تمام ترتیب کفارِ مکہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کی آئینہ دار ہے مثلاً اپنوں کا ناروا سلوک کرنا اور ذہنی و جسمانی اذیتیں پہنچانا، رسول اللہ ﷺ کو ان کے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دینا، آپ کو قتل کرنے کے مختلف حربے استعمال کرنا، آپ کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرنا، آپ کے اوپر آوازیں کسنا، آپ ﷺ کا صبر کرنا اور تقویٰ کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا، پھر رسول اللہ ﷺ کے مقامِ نبوت کو مزید تقویت ملنا اور فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا سب کو معاف کر دینا اور عام معافی کا پروانہ جاری کر دینا، یہ تمام واقعات اس سورت کی خوبصورتی کا ذریعہ ہیں۔ حضرت یوسف کا قصہ صبر اور معافی کا عظیم سبق فراہم کرتا ہے، اور یہ حدیث ہمیں ان کے کردار سے سیکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

منتخب قرآنی قصص کی تفسیری جہات:

لغوی اور ادبی پہلو:

قرآنِ مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے دنیائے کائنات کی سب سے اعلیٰ اور بلند و بالا کتاب ہے کہ جس نے بہت سارے اہلِ زبان کو یہ الفاظ کہنے پر مجبور کیا کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں بلکہ اپنے جلال و بزرگی سے کسی بہت بلند و بالا ذات کا کلام لگتا ہے۔ قرآنِ مجید نے جتنے الفاظ

بیان فرمائے اور جتنی آیات بیان کی ہیں ان سب میں ایک نیا انداز اور نئی جہت پائی جاتی ہے مگر ہم اپنے کام کے اختصار کی بنیاد پر منتخب واقعات کے ادبی اور لغوی پہلوؤں پر بات کرتے ہیں۔

حضرت آدم کا قصہ:

قرآن مجید میں حضرت آدم کا ذکر مختلف سورتوں میں موجود ہے، جیسے سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ طٰہٰ۔ ان آیات میں زبان کی روانی، الفاظ کا انتخاب اور قصہ بیان کرنے کا انداز نہایت مؤثر ہے۔ ادبی پہلو کے اعتبار سے اس قصے میں تین کرداروں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حواء علیہا السلام اور شیطان (عزازیل) شامل ہیں اور ہر کردار انسانی کے جذبات کی عکاسی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جیسے حضرت آدم کا مزاج انسان کے عاجز اور عملِ معصیت پر نادم ہونے، حضرت حواء کا کردار انسان کی جذباتی وابستگی کو اور شیطان کا مذموم کردار انسان کی طبیعت میں موجود غرور و تکبر اور نخوت کے مزاج کو واضح کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لفظ "خلیفہ" کے استعمال نے انسان کی زمین پر ذمہ داری کو واضح کیا ہے اور اس میں معنی کی جو گہرائی اور معرفتِ خداوندی کے منہج کو جس انداز سے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک لفظ مکمل معرفتِ خداوندی کے اسالیب کو شامل ہے، یہ مثال بھی اپنی جگہ ایک اپنا معیار رکھتی ہے۔

حضرت یوسف کا قصہ:

سورہ یوسف کو قرآن میں "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ اس عنوان سے بیان کیے گئے اس قصے میں کمال حسن پایا جاتا ہے اور اس کا اظہار کچھ اس طرح ہے کہ اس ایک واقعے میں تقریباً ہر چیز نمایا ہو جاتی ہے جیسے، توحید، فقہ، سیر، خواب کا علم، سیاست، معاشرت، تدبیرِ معاش اور وہ تمام فوائد کہ جن کی طلب انسان کو دنیا اور آخرت میں بہت ضروری ہے، اور اسے احسن القصص کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جنابِ یوسف علیہ السلام کے خوبصورت کردار اور ان کی استقامت کو دیکھ کر عزیزِ مصر اور اس کی بیوی آپ پر اسلام لے آتے ہیں اور آپ کے بھائی تائب ہو جاتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر آجاتے ہیں۔[xxi] یہ اس واقعہ کا ادبی پہلو ہے اور لغوی پہلو کے اعتبار سے اس میں بیانیہ کی ترتیب، جذبات کی عکاسی، اور مکالمات کا انداز بے مثال ہے۔ مثال کے طور پر یوسف کے خواب کی تعبیر، ان کے بھائیوں کی حسد، اور زلیخا کے واقعے میں الفاظ کے موزوں استعمال نے اس قصے کو ادبی لحاظ سے شاہکار بنا دیا ہے۔ ادبی اعتبار سے یہ واقعہ دلکش اور لغوی اعتبار سے معجزانہ اسلوب کا حامل ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ:

سورہ کہف میں یہ قصہ تشبیہات، استعارات اور تمثیلات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ لفظ "کہف" کے انتخاب میں پناہ، حفاظت اور سکون کے مفاہیم شامل ہیں۔ یہ قصہ بہت زیادہ توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے کہ جس میں ان گنت اسرار و رموز پنہاں ہیں۔ اس قصے کا اندازِ بیان قاری کی اپنی طرف توجہ کا طالب ہے کہ اس میں استقامت اور خدا خوفی کا اظہار پایا جاتا ہے۔ پھر اصحابِ کہف کے افراد کی تعداد میں اختلاف کا پایا جانا، قصے کا انداز قارئین کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور ایمان و صبر کے مفہوم کو اجاگر کرتا ہے۔

فقہی پہلو

حضرت آدم کے قصے میں توبہ و استغفار کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت آدم کی توبہ قبول ہونے کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ نیز، شیطان کی عداوت اور اس سے بچنے کے اصول بھی واضح کیے گئے ہیں۔

حضرت یوسف کے قصے میں عصمت، صبر، اور عفو و درگزر کے فقہی پہلو نمایاں ہیں۔ زلیخا کے ساتھ پیش آنے والے واقعے میں عفت و پاکدامنی کے اصول واضح کیے گئے ہیں، اور قحط کے دوران وسائل کی منصفانہ تقسیم کی فقہی بنیاد فراہم کی گئی ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ ایمان کے تحفظ کے لیے ہجرت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس میں دنیاوی معاملات سے کنارہ کشی اور اللہ کی عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنے کے فقہی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

عقلی اور فکری پہلو

حضرت آدم کا قصہ عقل و شعور کے استعمال اور انتخاب کی آزادی کے اصول پر روشنی ڈالتا ہے۔ آدم اور حوا کے درخت کے قریب جانے کا واقعہ انسان کی کمزوریوں اور شیطان کے ہتھکنڈوں کو سمجھنے کے لیے ایک عقلی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

حضرت یوسف کے قصے میں حکمت عملی، صبر، اور خوابوں کی تعبیر جیسے عقلی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یوسف کے بھائیوں کی حسد سے پیدا ہونے والے نتائج اور یوسف کی حکمت عملی کے ذریعے مسائل کو حل کرنا ایک فکری درس ہے۔

اصحاب کہف کے قصے میں عقلی پہلو ایمان کے تحفظ کے لیے عقیدے کی مضبوطی اور اللہ پر بھروسے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ ان کی نیند کا واقعہ انسان کو وقت کے فلسفے پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

عصر حاضر میں ان واقعات کی ضرورت واہمیت:

موجودہ دور میں ان قصص سے رہنمائی لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے چونکہ قرآ ایک عالمگیر اور دائمی پیغام خداوندی ہے جو کہ روزِ اول سے انسانوں کی رہنمائی کر رہاہے اور آءندہ بھی کرتا رہے گا۔ اس بنیاد پر ان واقعات سے موجودہ دور میں ملنے والی رہنمائی کے حوالے سے چند ایک ہدایات درج ذیل ہیں:

حضرت آدم کا قصہ اور دورِ جدید:

آج کے دور میں حضرت آدم کے قصے سے یہ سیکھا جاسکتا ہے کہ انسان غلطی کے بعد توبہ کرکے اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے کیونکہ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے کہ جیسے اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہے"[xxii] یعنی وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم مراتب پر فائز ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور کے مسائل جیسے ماحولیاتی تبدیلی اور انسانی حقوق کے حوالے سے اس قصے میں موجود "خلیفہ" کے تصور کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خلیفہ اپنے حاکم کی راہ پر ہوتا ہے تو اسی طرح انسان جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے تو اسے چاہیے کہ اسی دستور اور ضابطے کے مطابق زندگی گزارے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے حکم ارشاد فرمایا ہے تو اس بنیاد پر اپنی عملی زندگی میں احکام خداوندی کا عمل لازمی ہے۔

حضرت یوسف کا قصہ اور دورِ جدید:

حضرت یوسف کا قصہ موجودہ دور میں معاشی بحران، قیادت، اور حکمت عملی کے اصولوں کے ساتھ ساتھ ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ تقوٰی کو اختیار کرنا بھی انسان کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ تقوٰی ایک ایسا ذریعہ ہے کہ اس کی بنیاد پر دنیا کی تمام تر مشکلات سے نکلنا آسان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا"xxiii

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

تقوٰی تقرب الی اللہ کی کنجی ہے کہ جس سے مومن پر اسرارِ خداوندی کے قفل کھل جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی نگاہوں میں بلند مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس پر اس جگہ سے راستے کھول دیتا ہے کہ جہاں سے انسان کے وہم و گمان میں بھی راستے کا نکلنا ممکن نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب زلیخا نے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور محل کے تمام دروازے بند کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقفل دروازوں کو کھول دیا اور ان کو اس فتنے اور آزمائش سے اپنی پناہ میں رکھا۔ اس اعتبار سے یہ قصہ ہمیں اخلاقی کردار، معاف کرنے کی طاقت، صبر کی اہمیت اور توکل بر علی اللہ کے ساتھ ساتھ تقوٰی کا دامن تھامنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ اور دورِ جدید:

اصحاب کہف کا واقعہ ہمیں ایمان پر قائم رہنے، چیلنجز کا سامنا کرنے اور اپنے عقیدے کے تحفظ کے لیے قربانی دینے کا درس دیتا ہے۔ حق پر قائم رہنا اور اس پر ڈٹ جانا یہ اہلِ حق کی علامت ہے۔ دنیاوی مدارج پر براجمان لوگوں کا خوف انسان کو گمراہ کر سکتا ہے جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں رسوائی اور شرمندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا اور اس کا خوف اپنے دل میں داخل کرنا انسان کی عزت کو بڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح جب ہم کردار کے غازی بن جاتے ہیں اور حق پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے کردار کو بھی لوگوں کے ہدایت قبول کرنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ عصری دور میں، مذہبی آزادی اور پناہ گزینوں کے حقوق کے حوالے سے یہ قصہ اہم سبق فراہم کرتا ہے۔

نتیجہ:

قرآنی قصص ایک جامع اور حکمت سے بھرپور ذریعہ ہیں جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے دائمی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے نہ صرف ماضی کے حقائق کو سمجھا جا سکتا ہے بلکہ موجودہ اور آئندہ زندگی کے لیے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ قرآنی قصص احادیث مبارکہ کے ذریعے بھی واضح کیے گئے ہیں کہ یہ محض کہانیاں نہیں بلکہ نصیحت، ہدایت، اور ایمان کو تقویت دینے کا ذریعہ ہیں۔ حضرت آدم، حضرت یوسف، اور اصحاب کہف کے قصے قرآن مجید کے لازوال معجزے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتے ہیں۔ ان قصص میں لغوی و ادبی خوبصورتی، تاریخی سبق، فقہی رہنمائی، عقلی و فکری ارتقاء اور موجودہ دور کے تقاضوں کے لیے عملی رہنمائی موجود ہے۔ یہ قصے

نہ صرف ماضی کے لیے اہم ہیں بلکہ مستقبل کے لیے بھی مشعلِ راہ ہیں۔ ان قصوں سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر عبرت اور رہنمائی حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

حوالہ جات:

---

[i] اساطیر کا لفظ قرآنِ پاک میں 9 مقامات پر استعمال ہوا ہے:
1: سورۃ الانعام، 2: سورۃ الانفال، 3: سورۃ النحل، 4: سورۃ المؤمنون، 5: سورۃ الفرقان، 6: سورۃ النمل، 7: سورۃ الاحقاف، 8: سورۃ القلم، 9: سورۃ المطففین

[ii] پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج2، ص409

[iii] القرآن، یوسف12 : 111

[iv] القرآن، الاعراف7 : 176

[v] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، حدیث نمبر: 5027

[vi] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، حدیث نمبر: 3461

[vii] امام احمد، احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث: 17182

[viii] القرآن، الاعراف7 : 101

[ix] القرآن، البقرہ2 : 66

[x] القرآن، النحل16 : 89

[xi] القرآن، المؤمنون23 : 115

[xii] القرآن، بنی اسرآئیل17 : 81

[xiii] القرآن، الکھف18 : 10

[xiv] القرآن، الکہف18 : 18

[xv] بیضاوی، نصر الدین عبد اللہ بن عمر، أنوار التنزیل وأسرار التأویل (دار إحیاء التراث العربي، بیروت - 1418ھ)، ج4، ص154

[xvi] ریاض الحق ایڈووکیٹ، قرآنی واقعات (آیات واحادیث کی روشنی میں)، المکتبۃ الرحمانیہ لاہور - 2022ء، ص221

[xvii] القرآن، یوسف12 : 90

[xviii] القرآن، یوسف 12 : 8

[xix] القرآن، یوسف 12 : 31

[xx] القرآن، یوسف12 : 33

[xxi] تفصیل کے لیے دیکھئیے تفسیر قرطبی ج9، ص120

[xxii] التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (سنن ابن ماجہ: 4250)

[xxiii] القرآن، الطلاق65 : 2